تنقید و تبصرہ

خیر الکلام فی وجوب قراءۃ الفاتحۃ خلف الامام مصنفہ

حضرۃ الاستاذ مولانا حافظ محمد صاحب متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ آف گوجرانوالہ (پنجاب)

سائز کتابی پونے چھ سو صفحات۔ طباعت بہتر قیمت مجلد مع گرد پوش -/-/۶ روپے

بلاجلد -/-/۵ روپے۔

ناشران { (۱) مکتبہ نعمانیہ آبادی حاکم رائے نزد چاہ شاہانوالہ
(۲) سکول بک ڈپو - چوک نیائیں } گوجرانوالہ

ہر نماز میں قرأۃ سورہ فاتحہ کی فرضیت پر علمائے حدیث نے قدیماً و حدیثاً بہت سی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، زیر نظر کتاب اپنی جامعیت اور نادر علمی مباحث کے باعث اس سلسلے میں بہت اچھا اضافہ ہے، خصوصاً اس وجہ سے بھی کہ اس میں ایک ایسی کتاب ——— احسن الکلام فی ترک القرأۃ خلف الامام کا ——— تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے، جو پچھلے چند مہینوں میں بڑے بلند دعاوی کے ساتھ نمودار ہوئی تھی۔

اس کتاب کے متعلق مزید کچھ لکھنے کی بجائے مناسب معلوم ہوا کہ وہ مقدمہ یہاں درج کر دیا جائے جو مولانا محمد عطاء اللہ حنیف نے اس پر لکھا ہے۔ (عبدالرحمان گوہڑوی)

متحدہ ہندوستان میں آج سے تقریباً دو صدی قبل تک مذہبی اور علمی حلقوں کا اوڑھنا بچھونا فقہ حنفی کی درس و فتاوی کی کتابیں تھیں۔ اس وقت یہ غلط فہمی عام تھی کہ ان کتابوں کے مندرجات عین اسلام ہیں۔ اور ساری شریعت ان ہی میں منحصر۔ اس غلط فہمی کی وجہ عام طور پر کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناآشنائی تھی۔ حدیث کی کتابیں خال خال اور بہت محدودے کسی کے پاس ہوں گی۔ البتہ قرآن حکیم بے شک موجود تھا۔ لیکن علماء کی اکثریت تک کو پتہ نہ تھا کہ اس کتاب مبارک میں ہے کیا؟ پتہ تھا بھی تو شائد اسی قدر جس قدر کتب اصول (فقہ حنفی) میں ذکر آتا ہے کہ فلاں آیت سے شافعیہ کا استدلال یوں ہے۔ اور ہم حنفیوں کی طرف سے اس کا یہ جواب جعلوا القرآن

اللہ کے چند برگزیدہ بندوں کے ذریعہ علم حدیث کی روشنی یہاں پہنچی۔ اور ان کی مساعی سے بارھویں صدی کے آخری ربع سے مذہبی مدارس میں کتب حدیث کے تعارف و تداول نے ایک خاص مقام پیدا کر لیا۔ اور کتب حدیث کے عمومی تدارس سے کتاب اللہ کی طرف توجہ نے بھی اہمیت اختیار کر لی۔ اب اصحاب علم و تحقیق کی آنکھیں کھلیں اور انہوں نے فقہی درسیات کی تنگنائے سے نکل کر علوم قرآن و حدیث کا اتھاہ سمندر دیکھا۔ اور ان کو محسوس ہوا کہ فقہ حنفی دوسرے فقہی مکاتب فکر سمیت اس بحر بے کنار کا ایک قطرہ ہے۔

لیکن یہ بیداری ابھی تک مدرسوں کی چاردیواری ہی میں تھی۔ علم حدیث کا درس و تدریس اور عوام کا اپنی انفرادی و اجتماعی زندگیوں کو اس کی روشنی میں استوار کرنے کی کوشش کرنا اس وقت اپنے عروج کو پہنچا جب تیرھویں صدی ہجری کے اواخر میں علمائے اہل حدیث (حضرت شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین دہلوی اور ان کے تلامذہ اور حضرت والاجاہ مولانا نواب سید محمد صدیق حسن خاں صاحب اور ان کے حلقہ بگوش رحمہم اللہ اجمعین) نے تدریس، تصنیف، تبلیغ اور ارشاد کے ذریعہ سے علوم حدیث کو متحدہ ہندوستان کے کونے کونے تک پہنچا دیا۔ اور ایسی فضا پیدا کر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے سوا مسائل کے حل میں فقہاء حنفیہ تک دشواری محسوس کرنے لگے۔

صحاح ستہ (حدیث کی چھ مشہور کتابوں) کے درس و مطالعہ سے واضح طور پر محسوس ہونے لگا کہ مذاہب ثلثہ کی فقہوں کے بعض اور فقہ حنفی کے مسائل کا کافی حصہ صحیح احادیث کے خلاف ہے کیونکہ احادیث کا ایک حصہ ایسا ہے جس کا کم و بیش ہر مکتب فکر کے امام کو علم نہیں ہو سکا۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی کسی امام کو اپنے کسی فتوے کے خلاف کوئی صحیح حدیث مل گئی۔ انہوں نے اپنا فتوے چھوڑ کر حدیث کے مطابق اپنا مسلک اختیار کر لیا۔

یہ ایک سادہ سی بات ہے۔ جو مذاہب اربعہ کے بعض ارباب علم و نظر نے یہ نقطہ نظر سامنے رکھا وہ اپنی اپنی فقہ کے معتدبہ حصے کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولٰئک الذین ھدٰھم اللہ واولٰئک ھم اولوا الالباب۔

ہمارے ملک (جو اب برصغیر پاک و ہند میں منقسم ہو گیا ہے) کے بعض علمائے حنفیہ نے بھی اسی تحت فقہ حنفی کے کافی مسائل کو احادیث صحیحہ کی وجہ سے ترک کر دیا۔ اور اس میں کوئی حائل نہیں

سمجھی۔ اور نہ اسے فقہ حنفی سے بغاوت ہی خیال کیا کیونکہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کا یہ ارشاد مسلم الثبوت ہے۔ اذا صح الحدیث فھو مذھبی۔

اگر سب ہی بزرگوار یہی طریقہ اختیار کرتے تو وہ افسوسناک نزاعات پیدا نہ ہوتے جو بدقسمتی سے رونما ہوئے، مگر حنفیہ ہند کے سب ہی مکاتب فکر کی اکثریت نے اپنے لیئے یہ راہ پسند کی کہ جس طرح بھی ممکن ہو، مروجہ مسائل فقہ حنفیہ کے لیئے قرآن و حدیث سے دلائل کشید کیئے جائیں۔ اگرچہ استدلال کے پہلو کتنے ہی کمزور کیوں نہ ہوں۔ اور اس کے لیئے کیسی تاویلات و تسویلات کا سہارا لینا پڑے اور احتمالات کی فوجیں میدان میں اتارنی پڑیں۔ حالانکہ اصول فقہ کی مستند اور درسی کتابوں میں یہ مسلمہ اصول موجود ہے۔ کہ مقلد کو استدلال سے کام نہیں۔ بلکہ اس کا مرجع استناد صرف اس کے مقلَّد امام کا فرمان ہے اما المقلد فمستندہ قول امامہ (کتب اصول فقہ) اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ جب انسان یہ ٹھان لے کہ جیسے بھی ہو "دلائل" تلاش ہی کرنے ہیں تو اسے کچھ نہ کچھ مل ہی جاتا ہے کلا نمد ھولاء وھولاء من عطاء ربک وما کان عطاء ربک محظورا۔ ظاہر ہے کہ جب صورت حال ایسی ہو تو حاملین حدیث کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ مخالف حدیث مساعی کا جائزہ لیں۔ اور فن حدیث و اصول اور رجال کی روشنی میں اہل تقلید کی استدلالی خامیوں کو واشگاف کریں۔

چنانچہ بعض بزرگوں کو یہ ناگوار فرض ادا کرنے کی غرض سے مناقشات کے میدان میں آنا پڑا۔ لیکن حق یہ ہے کہ انہوں نے نہایت درجہ معقول سنجیدہ، معتدل اور تحقیقی طرز سے لکھا۔ مثال کی ضرورت ہو تو حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب کی معرکۃ الآراء تصنیف معیار الحق ان کے شاگرد رشید مولانا ابو یحییٰ محمد شاہجہان پوریؒ کی کتاب الارشاد مولانا عبد العزیز رحیم آبادی کی حسن البیان مولانا محمد حسین بٹالویؒ کا ماہنامہ اشاعۃ السنۃ۔ تصانیف علامہ محقق مولانا شمس الحق صاحب عون المعبود۔ تصانیف مولانا عبد الرحمٰن صاحب مبارک پوریؒ تصانیف حضرت مولانا حافظ عبد اللہ صاحب روپڑی اور تصانیف مولانا ثناء اللہ صاحبؒ امرت سری کو پیش کیا جا سکتا ہے۔

مجھے اعتراف ہے کہ اس سلسلے میں ہمارے بھائیوں کے حملوں کی مدافعت میں ردّ عمل کے طور پر جماعت اہلحدیث کے ایک قلیل طبقے کا الیسا رویہ ضرور رہا جو غیر معتدل ہونے کے علاوہ مسلک اہلحدیث کے شایان شان نہ تھا، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ غلو کے مقابلہ میں غلو ایک نفسیاتی حقیقت ہے اور سنت نبویہ

عشق کا جذبہ ہی محرک ہے۔ لہٰذا وہ بھی اسی طرح معذور سمجھے جانے کے مستحق ہیں جس طرح اہل تقلید کو معذور تصور کرنے کے لئے ہمارے بھائی جائز طور پر متمنی ہیں۔"

اہل حدیث اور اہل تقلید میں اصل نزاعی مسئلہ اگرچہ وجوب تقلید شخصی ہے لیکن تقریباً جو مسائل زیادہ زیر بحث آتے ہیں۔ انہیں روزمرہ اور کثرت سے پیش آنے کی وجہ سے نماز کے چند مسئلوں ——— قرأت خلف الامام، آمین بالجہر، رفع الیدین، بستیوں میں جمعہ کو از خود اہمیت حاصل ہو گئی۔ ان سنتوں کی حامل نماز غالباً فقہ حنفی کی مخالفت ہونے کی بنا پر حنفی دوستوں کو ناگوار گذری لہٰذا انہیں دینی احکامات میں اس کے خلاف کئی کئی گھنٹے صرف فرمانے لگے تو انہیں ضخیم ضخیم تک کی کتابیں تصنیف کر ڈالیں

جن مسائل پر کاوشیں فرمائی گئیں۔ ان میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا عدم جواز بھی ہے جس پر چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ یہ دیکھ کر حضرت مولانا محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ شارح جامع ترمذی شریف نے اس مسئلہ کو علمی طریق سے "تحقیق الکلام" نام کی ایک کتاب میں شرح وبسط سے تحریر فرمایا۔

یہ کتاب جارحانہ قسم کی نہیں نہ کسی خاص شخصیت کو اس میں نشانہ بنایا گیا ہے بلکہ نفس مسئلہ کی تعیین و تحقیق ہے۔ اگرچہ جائزہ انہیں تقریباً سب ہی اہم کتابوں کا لیا گیا ہے جو قرأت فاتحہ پر اس وقت تک لکھی گئی تھیں، لیکن اسلوب بیان سنجیدہ محققانہ اور معتدل ہے۔ جیسا کہ اہل علم کی شان ہونی چاہیئے یہی وجہ ہے کہ علماء حنفیہ نے اس کتاب کی تردید کی ضرورت ہی محسوس نہیں فرمائی۔ جیسا کہ مناظرہ بازی میں ایسا ہوتا ہے بلکہ تحقیقی قسم کی کتاب سمجھ کر باور کر لیا گیا۔

کرنا خدا کا یہ ہوا کہ ضلع گوجرانوالہ (مغربی پاکستان) کے ایک دیو بندی مولانا صاحب کو قرأت فاتحہ خلف الامام کی فرضیت کے متعلق ایک چھوٹا سا کتابچہ کہیں نظر آگیا۔ وہ آپ کی طرح نازک پر بہت گراں گذرا ان کی مناظرانہ ذہنیت پھڑک اٹھی اور اس کی آڑ میں نہ جانے کس مصلحت سے تحقیق الکلام کے جواب کی ٹھان لی پھر شاید کیا خیال آیا، یکدم چھلانگ لگائی اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک جا پہنچے وہ نہ صرف حضرت امام ابو حنیفہ رح بلکہ اپنے اکابر کا مقلد ہو کر حضرت امام بخاری، امام بیہقی، حافظ ابن حجر جیسے اساتذہ فن حدیث کا بھی مجتہدانہ جائزہ لینے بیٹھ گئے

بت کریں آرزو خدائی کی — کیا شان ہے تیری کبریائی کی

پونے چار سو صفحات کی یہ کتاب بڑی دلچسپ ہے۔ ساری بنیاد اس پر کھڑی کی گئی ہے کہ اہلحدیث امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے والے کو "بے نماز" سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ امام بخاری سے لے کر محققین علماء اہلحدیث تک کی کسی تصنیف میں یہ دعویٰ نہیں کیا گیا۔ اصل میں کتاب لکھتے وقت غالباً مولانا کی نظر سے لا مذہب یعنی بد مذہب کا مسلمہ نظریہ اوجھل رہا۔

علاوہ ازیں کتاب میں ادب و تعظیم کا وعظ جا بجا کیا گیا ہے۔ لیکن خود جناب سے اس پر عمل نہیں ہو سکا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جناب مصنف دل کے مریض ہیں۔ سنجیدگی کا دعویٰ ہے لیکن قاری اسے کتاب میں نہیں پاتا۔ اے کاش! یہ کتاب ادعا کے مطابق ہوتی کہ بحث و تمحیص اور صحیح تنقید سے علم ترقی پذیر ہوتا ہے کئی مخفی گوشے اجاگر ہوتے ہیں۔ تاہم مولانا کو ہمیں معذور سمجھنا چاہیئے کہ وہ کسی غلط تعبیر سے مغالطہ میں آگئے۔ اور جب کسی سر نشانہ میں کجا جائے تو یہی نتیجہ نکل سکتا ہے ؏

تا ثریا میرود دیوار کج

حسن اتفاق سے ہمارے حضرت استاذ العلماء مشہور اہل علم محقق مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی مدظلہ العالی صدر المدرسین جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ اس مسئلہ پر علمی انداز میں ایک بلند پایہ کتاب لکھ رہے تھے کتاب تقریباً پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی تھی کہ مذکورہ بالا ادعائی کتاب بھی نمودار ہوگئی۔ ہم خدام و منوسلین نے حضرت والا کی خدمت میں عرض کیا کہ "احسن الکلام" پر ایک نظر ڈالنے کی زحمت گوارا فرمایئے اور گو اسمیں زیادہ تر جاتے ہوئے نوالے ہی ہیں۔ تاہم اس کے مندرجات کا جائزہ لینا مناسب ہے۔ حضرت ممدوح لازالت شموس فیوضہ بازغۃ نے ہماری درخواست کو شرف قبول بخشا۔

آئندہ صفحات حضرت حافظ صاحب مدظلہ کے ارشادات سے مرتب ہیں۔ حضرت حافظ صاحب کا انداز مناقشہ علمی سنجیدہ اور محققین علماء اہلحدیث متقدمین و متاخرین کی شاندار روایات کے مطابق ہے۔ ممکن ہے یہ کتاب دلچسپ زبان اور مناظرانہ نوک جھونک کے چٹخارہ پسند حضرات اس سے محظوظ نہ ہو سکیں لیکن اسمیں شبہ نہیں کہ یہ بلند پایہ تحقیقات پر ضرور مشتمل ہے اسمیں بہت سی نئی چیزیں ملیں گی اور بہت جگہ اسلوب نیا ہوگا۔ فاما الزبد فیذهب جفاء واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض

دعا ہے حق تعالیٰ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے اپنے بندوں کیلئے اسکو نافع بنائے اور ہم کو اپنی نعمت سے نوازے۔ ویرحم اللہ عبدا قال آمینا۔